

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

---

# خطبة جمعة

## تواضع

۲۸ اگست ۲۰۲۶ء

خطبہ مسنونہ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ، نَحْمَدُهُ وَنُسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يَضِلَّ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ  
﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾

بے شک تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، ہم اس کی حمد کرتے ہیں، اس سے مدد مانگتے ہیں اور اس سے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ ہم اپنے نفسوں کی برائیوں اور اپنے اعمال کی خرابیوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا، اور جسے وہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے، اور تمہاری موت اس حال میں آنے کہ تم مسلمان ہو۔ سورۃ آل عمران: ۱۰۲

میں اللہ سبحانہ سے دعا کرتا ہوں کہ جس طرح اس نے ہمیں اس جگہ جمع کیا ہے، اسی طرح ہمیں جنت کے باغات میں جمع فرمائے۔

میں اس بات کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ بعض بھائی جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لکھتے ہیں تو صرف (ص) کی علامت پر اکتفا کرتے ہیں۔ یہ ایک پرانی خرابی ہے جس کی طرف پہلے علماء نے توجہ دلائی ہے، جیسے امام سخاوی رحمہ اللہ۔ انہوں نے فرمایا: جب انسان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لکھے تو یا تو مکمل طور پر لکھے: صلی اللہ علیہ وسلم، یا لکھے: علیہ الصلوٰۃ والسلام، یا زبانی طور پر درود پڑھنے پر اکتفا کرے، جیسا کہ امام احمد رحمہ اللہ کیا کرتے تھے۔

لیکن (ص) یا (صلعم) لکھنا، جیسا کہ بعض لوگ کرتے ہیں، اور اسی طرح صحابی کا نام لکھتے وقت «رض» لکھنا، بجائے اس کے کہ «رضی اللہ عنہ» مکمل لکھا جائے۔ یہ طلب علم کے سنجیدہ طلبہ کا طریقہ نہیں۔ بلکہ طالب علم کے لیے سب سے پہلی چیز جس کا التزام ضروری ہے وہ اللہ عز و جل کے ساتھ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور اہل علم کے ساتھ ادب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ادب یہ ہے کہ جب اس کا ذکر کیا جائے تو تقدیس و تعظیم کے ساتھ کیا جائے، یعنی کہا جائے: اللہ جل جلالہ، یا اللہ عز و جل، یا اللہ

تبارک و تعالیٰ، یا سبحانہ و تعالیٰ وغیرہ۔ اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیا جائے تو اس کے ساتھ درود و سلام لازمی ہے، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر عمل کرتے ہوئے:

سورة الاحزاب - آیت ۵۶

﴿صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾

ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجو۔

اسی طرح صحابہ کرام کا ذکر کیا جائے تو ان کے لیے رضی اللہ عنہ کہنا ضروری ہے، اور جو بعد کے اہل علم و صلاح ہیں ان پر رحمت کی دعا کی جائے، جیسا کہ بعض نے کہا: تمہارے لیے یہ بد نما بات ہے کہ ہم سے روایت کرو اور ہمارے لیے رحمت کی دعا نہ کرو۔ پس جب کسی عالم کا نام لو تو ضرور کہو: رحمہ اللہ تعالیٰ۔

ایک اور نکتہ یہ ہے کہ بڑے اور جید علماء سبق دینے سے پہلے اسے چالیس مرتبہ دہراتے تھے۔ مثال کے طور پر سلطان العلماء امام عز بن عبد السلام کے بارے میں ذکر کیا جاتا ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے پیش کرنے سے پہلے سبق کو چالیس مرتبہ دہراتے تھے۔ کسی چیز کو اس وقت تک دہرانا کوئی عیب نہیں جب تک وہ راسخ نہ ہو جائے، جیسا کہ ہمارے علماء نے کہا: «جو ثابت ہو جائے وہ اگتا ہے۔» جو انسان جلدی اور سرسری طور پر یاد کرتا ہے وہ جلد بھول جاتا ہے، لیکن جو ٹھہر ٹھہر کر دہراتا ہے وہ بھولتا نہیں، اور اگر بھول بھی جائے تو جلد یاد کر لیتا ہے۔ اس لیے دہراتے رہو اور مایوس نہ ہو، اِنْ شَاءَ اللہ وہ دن آئے گا جب حدیثِ اُمِّ مَعْبُد تمہارے نزدیک سورة الفاتحہ کی طرح (رواں) ہو جائے گی۔ ہمارے رب جل جلالہ نے اپنی کتاب میں متواضع لوگوں کی مدح فرمائی ہے، ارشاد فرمایا:

سورة الفرقان - آیت ۶۳

﴿وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا﴾

اور رحمن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرمی سے چلتے ہیں، اور جب جاہل ان سے بات کریں تو کہتے ہیں: سلام۔

یہ متواضع لوگ زمین پر نرمی سے چلتے ہیں، اور ان کے مقابلے میں لقمان اپنے بیٹے سے کہتے ہیں:

﴿وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا﴾

اور زمین میں اکڑ کر مت چل، بے شک تو نہ زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ اونچائی میں پہاڑوں تک پہنچ سکتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی مذمت فرمائی جو اکڑ کر چلتا ہے، اپنے پہلوؤں کو دیکھتا ہے، اپنے آپ پر نازاں رہتا ہے، اور جب بھی اسے تھوڑی سی مٹی لگ جائے تو جھنجھلا اٹھتا ہے۔ اللہ سے عافیت کا سوال ہے!

بعض لوگ بات کرتے وقت لوگوں کی طرف دیکھتے ہی نہیں، اور یہ سب تکبر کی مذموم علامات ہیں، جیسا کہ شاعر نے کہا:

اے اپنی صورت پر فخر کرتے ہوئے تکبر دکھانے والے! اپنے اندر کو دیکھ، بے شک بدبو ہی ملامت کے لیے کافی ہے۔

اگر لوگ اس پر غور کریں جو ان کی سیٹ میں ہے، تو نہ جو ان کو تکبر ہو اور نہ بوڑھے کو۔

اگر انسان اپنے اندر کی نجاستوں اور غلاظتوں پر غور کرے تو وہ کبھی تکبر محسوس نہ کرے۔ اور ایک اور نے کہا: ”مجھے تعجب ہے ابن آدم پر، وہ اللہ کے سامنے کیسے تکبر کرتا ہے، حالانکہ اس کا اپنا پسینہ اسے بدبودار بنا دیتا ہے، ایک مچھر اسے تکلیف دیتا ہے، گلے میں لقمہ اٹک جانا اسے مار دیتا ہے، اس کی ابتدا ایک ناپاک قطرے سے ہے اور اس کا انجام ایک بدبودار لاش ہے، اور ان دونوں کے درمیان وہ اپنے اندر گندگی اٹھائے پھرتا ہے۔“

پس انسان کو کبھی بھی تکبر نہیں کرنا چاہیے، بلکہ اسے متواضع ہونا چاہیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حدیث نبوی

اللہ نے مجھ پر وحی کی ہے کہ تم تواضع اختیار کرو تاکہ کوئی کسی پر زیادتی نہ کرے اور کوئی کسی پر فخر نہ کرے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے، جیسا کہ حدیث ابو کبشہ انماری رضی اللہ عنہ میں ہے، فرمایا:

حدیث نبوی

راوی: ابوبکر بنہ انمارى رضى الله عنه

تین باتوں پر میں قسم کھاتا ہوں: جو بھی اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے، اللہ اسے بلند کرتا ہے۔

پس متواضع انسان کو اللہ عز و جل بلند کرتا ہے اور متکبر کو اللہ عز و جل پست کرتا ہے۔ اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا:

حدیث نبوی

متکبرین قیامت کے دن چیونٹیوں کی طرح اٹھائے جائیں گے، لوگ انہیں اپنے قدموں تلے روندیں گے۔

یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں پھولے ہوئے تھے اور جن میں سے ہر ایک اپنی ناک اونچی رکھتا تھا، پس قیامت کے دن وہ چیونٹیوں کی طرح اٹھائے جائیں گے اور لوگ انہیں روندیں گے۔  
اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے قرآن کریم میں مثالیں دی ہیں، جیسے فرعون جس نے کہا:

سورة غافر- آیت ۲۹

﴿مَا أُرِيكُمْ إِلَّا مَا أَرَىٰ﴾

میں تمہیں وہی دکھاتا ہوں جو میں خود دیکھتا ہوں۔

اور قارون جس نے کہا:

سورة القصص- آیت ۷۸

﴿إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِنْدِي﴾

یہ تو مجھے میرے پاس موجود علم کی بنا پر دیا گیا ہے۔

اور ابلیس جس نے کہا:

سورة الاعراف - آیت ۱۲

﴿أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ﴾

میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے پیدا کیا۔

اور ابو لہب اور ان جیسے دیگر۔ ان سب کو اللہ نے دوسروں کے لیے عبرت بنا دیا۔ پس اے انسان! متواضع بن۔

تواضع کا معنی: لفظ «تواضع» باب تفاعل سے ہے، اور یہ «وضع» اور «ضَعَّ» کے مادے سے لیا گیا ہے۔ اس کے مترادفات میں «بازو جھکانا» بھی ہے۔ اللہ عز و جل نے فرمایا:

سورة الشعراء - آیت ۲۱۵

﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾

اور اپنا بازو ان مومنین کے لیے جھکا دو جو تمہاری پیروی کرتے ہیں۔

اور والدین کے حوالے سے فرمایا:

سورة الاسراء - آیت ۲۴

﴿وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ﴾

اور ان دونوں کے لیے شفقت سے عاجزی کا بازو جھکا دو۔

یعنی: اپنے والدین کے ساتھ متواضع رہو۔ نہ اس حال میں بیٹھو کہ تمہارا باپ کھڑا ہو، نہ اس کے آگے چلو، نہ اس چھت پر چڑھو جس کے نیچے وہ ہو، نہ اس کے سامنے اپنی آواز بلند کرو، نہ بات کرتے ہوئے اس کی طرف انگلی اٹھاؤ، بلکہ ہمیشہ اپنے باپ کے ساتھ متواضع اور عاجز رہو: اس کا سر چومو، اس کے ہاتھ چومو، اس کے پاؤں چومو، اس کے پاس اپنی آواز نیچی رکھو، اس کے حکم کی اطاعت کرو، اس کی خواہش پوری کرو۔ اور ماں کے حق میں تو یہ اور بھی زیادہ ضروری ہے، جو باپ سے بھی بڑا حق رکھتی ہے۔

پس تواضع کا مادہ واؤ، ضاد، عین ہے۔ اس کی تعریف میں کہا گیا: حق کو قبول کرنا خواہ وہ کسی سے بھی صادر ہو، چاہے وہ چھوٹا ہو یا کمزور ہو۔ پس جو بھی انسان تمہیں حق کی راہنمائی کرے، تمہیں چاہیے کہ اس کی

راہنمائی قبول کرو، خواہ یہ راہنمائی تم سے عمر میں چھوٹے یا علم و مرتبے میں کم کسی شخص کی طرف سے ہو۔ پس حق کو قبول کرو خواہ وہ کہیں سے بھی آئے۔

اور کہا گیا: تواضع یہ ہے کہ جس کی تعظیم مقصود ہو اس کے سامنے اپنے مرتبے سے نیچے آنا۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمبر تین درجوں کا تھا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیسرے درجے پر کھڑے ہوتے، پھر ابوبکر آئے تو دوسرے درجے پر کھڑے ہوئے، پھر عمر آئے تو پہلے درجے پر کھڑے ہوئے۔ ایک اور مثال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی ہے، جو امیر المومنین تھے اور دنیا پر حکومت کرتے تھے: کسی نے ان سے پوچھا: «اے امیر المومنین! آپ بہتر ہیں یا ابوبکر؟» تو عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور فرمایا: «اللہ کی قسم! ابوبکر کی ایک رات جو انہوں نے غار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گزاری، وہ عمر اور آل عمر سے بہتر ہے۔ کاش میں ابوبکر کے سینے کا ایک بال ہوتا! ابوبکر ہدایت یافتہ اور ہدایت دینے والے تھے، مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پاکیزہ، اور میں ان کے اہل کے اونٹ سے بھی زیادہ گمراہ ہوں۔» یہ عمر رضی اللہ عنہ کی ابوبکر کے ساتھ تواضع تھی۔ اور وہ بھی ابوبکر کی وفات کے بعد، تاکہ یہ نہ کہا جائے کہ یہ بات خوشامد کے طور پر کہی گئی، بلکہ یہ بات ابوبکر کی وفات کے بعد کہی گئی جب ابوبکر عمر کو کچھ دینے کے قابل نہ رہے تھے۔

اسی طرح علی رضی اللہ عنہ، جو امیر المومنین تھے، تواضع اختیار کرتے اور لوگوں سے کہتے: «جو شخص بھی مجھے ابوبکر و عمر پر فضیلت دے، اسے میں افتراء کی حد لگاؤں گا»، اور افتراء کی حد اسی کوڑے ہے۔ پس اگر تم کسی کو یہ کہتے سنو کہ «علی ابوبکر و عمر سے افضل ہیں» تو اسے اسی کوڑے مارے جائیں گے۔ یہ علی رضی اللہ عنہ کی تواضع تھی۔

پس تواضع یہ ہے: جس کی تعظیم مقصود ہو اس کے سامنے اپنے مرتبے سے نیچے آنا۔ اور کہا گیا: یہ اپنے سے اوپر والے کی اس کی فضیلت کی وجہ سے تعظیم کرنا ہے۔ اور کہا گیا: یہ حق کے سامنے سر تسلیم خم کرنا اور فیصلے پر اعتراض ترک کرنا ہے۔ شاید یہی آخری تعریف، جسے ابن قیم رحمہ اللہ نے «مدارج السالکین» میں ذکر کیا، تکبر کی نبوی تعریف کے مطابق ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حدیث نبوی

وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہو۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم میں سے کوئی چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو اور اس کا جوتا اچھا ہو۔ آپ نے فرمایا: یہ تکبر میں سے نہیں۔ تکبر یہ ہے کہ حق کو ٹھکرادینا اور لوگوں کو حقیر جاننا۔

ایک روایت میں: «اور لوگوں کو کمتر سمجھنا۔» حق کو ٹھکرانے کا مطلب اسے رد کر دینا ہے، یعنی انسان حق کو قبول نہیں کرتا اور بات کرنے والے سے کہتا ہے: «خاموش ہو جاؤ»، یا «ہمیں اس سے چھوڑ دو» وغیرہ۔ یہی تکبر ہے، اللہ سے عافیت کا سوال ہے!

پس حق کو ٹھکرانا اس کا رد کرنا ہے، اور لوگوں کو حقیر جاننا ان کی توہین کرنا ہے۔ جب تحقیقات کھلی تو عورتوں نے گواہی دی:

سورۃ یوسف - آیت ۵۱

﴿قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوءٍ﴾

انہوں نے کہا: اللہ کی پناہ! ہم نے اس میں کوئی برائی نہیں جانی۔

اور جس عورت نے یہ چال چلی تھی اس نے کہا:

سورۃ یوسف - آیت ۵۱

﴿الْآنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ أَنَا﴾

اب حق کھل کر سامنے آگیا، میں ہی تھی۔

میں ہی سبب تھی، میں ہی مجرم تھی، میں ہی خطاکار تھی، میں ہی زیادتی کرنے والی تھی۔۔۔ پس یوسف علیہ السلام سر اٹھائے قید خانے سے باہر نکلے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «اگر میں یوسف کی جگہ ہوتا اور اتنی مدت قید میں رہتا جتنی وہ رہے، پھر مجھے بلایا جاتا تو میں فوراً بلانے والے کی بات مان لیتا۔» یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع میں سے تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کے ساتھ بھی متواضع تھے، چھوٹوں کے ساتھ بھی متواضع تھے، بڑوں کے ساتھ بھی متواضع تھے، اور اپنی ذات میں بھی متواضع تھے علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ آپ کی تواضع میں سے یہ بھی تھا کہ آپ اپنے صحابہ کے ساتھ گھل مل کر بیٹھتے، جہاں مجلس ختم ہوتی وہیں بیٹھ جاتے، حتیٰ کہ اگر کوئی نو مسلم مسجد میں داخل ہوتا تو پوچھتا: «تم میں سے رسول اللہ کون ہیں؟» کیونکہ آپ کسی خاص لباس یا نشان سے صحابہ سے ممتاز نہ ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ صحابہ کو مجبوراً آپ کے لیے ایک اونچا چبوترہ (دکان) بنانا پڑا، تاکہ لوگ پہچان سکیں کہ اس پر بیٹھنے والا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی، آپ کے ساتھ ابوبکر اور عامر بن فہیرہ تھے، آپ مدینہ میں داخل ہوئے اور ابوبکر آپ کے پہلو میں تھے۔ انصار میں سے بہت سے لوگ ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں آئے تھے، وہ کہتے: «رسول اللہ آگئے»، لیکن انہیں معلوم نہ تھا کہ ان دونوں میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں۔ راوی کہتے ہیں: یہاں تک کہ جب سایہ ہٹ گیا تو ابوبکر کھڑے ہوئے، اپنی چادر اتاری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کیا۔ لوگوں نے کہا: «تب ہم نے پہچانا کہ بیٹھنے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔»

پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ گھل مل کر بیٹھتے، جہاں مجلس ختم ہوتی وہیں بیٹھتے، اور آپ کو کبھی کسی ہم نشین کے سامنے اپنے گھٹنے آگے کیے ہوئے نہیں دیکھا گیا، آپ کبھی تکبر کے انداز میں نہیں بیٹھتے تھے۔ افسوس! آج کل بعض لوگ جو خود کو «طالب علم» کہتے ہیں، مسجد میں بیٹھتے ہیں، اور جب کوئی بزرگ عمر رسیدہ شیخ درس دے رہا ہوتا ہے تو یہ نوجوان اپنی ٹانگیں پھیلائے، ہر تھوڑی دیر بعد ان سے کھیلتا رہتا ہے، اور اگر اسے کہا جائے: «بھائی! تواضع اختیار کرو اور اپنی نشست میں ادب کرو»، تو کہتا ہے: «ہمارے یہاں کوئی بت اور لوگوں کی تقدیس نہیں، ہم سب برابر ہیں۔» یہ شخص خطی ہے، طالب علم پر واجب ادب کو نہیں جانتا۔

لیکن ہمارے سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کسی ہم نشین کے سامنے اپنے گھٹنے آگے کیے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔ جب کوئی آپ سے بات کرتا تو آپ اپنا چہرہ اس کی طرف کرتے اور غور سے سنتے، یہاں تک کہ بیٹھنے والا سمجھتا کہ اس سے زیادہ کوئی آپ کو عزیز نہیں۔ آپ کا طریقہ نہ تھا کہ ایک کی طرف متوجہ ہوں اور باقیوں کو نظر انداز کریں، بلکہ آپ ہر ایک کو اپنی گفتگو اور اپنے چہرے کا حصہ عطا فرماتے، میرے رب کی رحمتیں اور سلامتی آپ پر ہوں۔

دعوت قبول کرنے اور گدھے پر سوار ہونے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع

اپنے کھانے کے بارے میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے:

حدیث نبوی

میں تو بس ایک بندہ ہوں، بندے کی طرح کھاتا ہوں اور بندے کی طرح بیٹھتا ہوں۔

آپ کی تواضع میں سے یہ تھا کہ جو بھی آپ کو دعوت دیتا، آپ اسے قبول فرماتے۔ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «میری دادی ملیکہ نے آپ کو اپنے پکائے ہوئے کھانے کی دعوت دی۔» پس آپ مسکین کی دعوت قبول

فرماتے، بندے کی دعوت قبول فرماتے، بلکہ کبھی «اہالہ سَنَخ» کی دعوت دی جاتی – اہالہ وہ شوربہ ہے جس کی بودیر تک رکھے رہنے سے بدل چکی ہو – تو بھی آپ علیہ الصلاۃ والسلام اسے قبول فرماتے۔

حدیث نبوی

راوی: انس بن مالک رضی اللہ عنہ

میری دادی ملیکہ نے آپ کو اپنے پکائے ہوئے کھانے کی دعوت دی، آپ نے اس میں سے کھایا، پھر فرمایا: کھڑے ہو جاؤ، میں تمہیں نماز پڑھاؤں۔ یعنی برکت کے لیے۔ آپ نے گھر کی ایک جگہ نماز پڑھی۔ انس کہتے ہیں: میں نے ہماری ایک چٹائی کی طرف اٹھ کر گیا جو زیادہ استعمال سے کالی ہو چکی تھی۔ یعنی زیادہ روندے جانے سے۔ میں نے اسے پانی سے چھڑکا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر کھڑے ہوئے، اور میں اور یتیم آپ کے پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہوئے، اور بڑھیا ہمارے پیچھے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھائی، پھر واپس چلے گئے۔

آپ علیہ الصلاۃ والسلام کی تواضع میں سے یہ بھی تھا کہ آپ گدھے پر سوار ہوتے اور کسی کو پیچھے بٹھالیتے۔ آپ کے گدھے کا نام غُفیر یا عَفُور تھا، آپ کی اونٹنی کا نام قصواء تھا، اور آپ کی خچر کا نام دُلُل تھا، جو مصر و اسکندریہ کے حکمران مقوقس نے آپ کو تحفے میں دی تھی۔

بچوں کے ساتھ آپ کی تواضع میں سے یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کھلتے ہوئے بچوں کے پاس سے گزرتے تو انہیں سلام کرتے اور ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے۔ جو خوش نصیب بچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے سر پر مسح کروا لیتا، وہ دوسرے بچوں میں اپنے سر پر مشک کی خوشبو سے پہچانا جاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع میں سے یہ بھی ہے جو عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حدیث نبوی

راوی: عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

اللہ کی قسم! ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سفر و حضر میں اختیار کی، آپ ہمارے مریضوں کی عیادت کرتے، ہمارے جنازوں کے ساتھ جاتے، ہمارے ساتھ جہاد کرتے، اور ہمارے ساتھ تھوڑے اور زیادہ میں مواسات کرتے۔

(«آپ ہمارے مریضوں کی عیادت کرتے»): جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوتا کہ آپ کے کسی صحابی کی طبیعت خراب ہے تو آپ عیادت کے لیے تشریف لے جاتے، اندر داخل ہوتے، سلام کرتے اور اس کے سرہانے بیٹھتے، پھر فرماتے: «تم کیسا محسوس کر رہے ہو؟» یعنی تمہاری کیل حالت ہے؟ پھر فرماتے: «کوئی حرج نہیں، ان شاء اللہ یہ گناہوں کا کفارہ اور پاکیزگی کا ذریعہ ہے»، اور کبھی فرماتے: «کفارہ اور پاکیزگی»۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پوچھتے کہ کیا اسے کسی چیز کی خواہش ہے، اور اگر وہ کوئی چیز بتاتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوتا کہ وہ اسے نقصان نہیں دے گی تو اس کے لیے اس کا انتظام فرماتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بیمار صحابہ کو دم فرماتے، اپنا ہاتھ درد کی جگہ پر رکھتے اور فرماتے: «اے اللہ! لوگوں کے رب! تکلیف دور فرما، شفا دے، تو ہی شفا دینے والا ہے، تیری شفا کے سوا کوئی شفا نہیں، ایسی شفا جو کوئی مرض باقی نہ چھوڑے۔» کبھی اپنی انگلی پر معمولی سا لعاب لگا کر مٹی پر رکھتے، پھر درد کی جگہ پر رکھتے اور فرماتے: «اللہ کے نام سے، ہماری زمین کی مٹی، ہم میں سے کسی کے لعاب کے ساتھ، ہمارے رب کے حکم سے ہمارا مریض شفا پائے۔» کبھی پانی پر دعا فرماتے یا کچھ پڑھتے، پھر مریض پر چھڑکتے، جیسا کہ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا۔ وہ فرماتے ہیں:

حدیث نبوی

راوی: جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے جبکہ میں بے ہوش تھا، آپ نے پانی منگوایا، اس میں جو اللہ نے چاہا پڑھا، پھر مجھ پر چھڑکا تو مجھے فوراً ہوش آگیا۔

یعنی آپ اپنی بے ہوشی سے فوراً آفاقہ پا گئے، رضی اللہ عنہ وارضاه۔

(«اور ہمارے جنازوں کے ساتھ جاتے»)، ہر وقت۔ کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی ابھی مدینہ ہجرت کی تھی تو صحابہ جب کسی کی موت قریب آتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا تے تاکہ آپ اسے کلمہ شہادت کی تلقین کریں اور اس کے پاس ٹھہریں۔ پھر جب لوگوں کی تعداد بڑھ گئی تو کہنے لگے: ہم اپنے میت کو تیار کریں گے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلائیں گے تاکہ آپ اس پر نماز جنازہ پڑھائیں۔ پھر جب لوگ اور بڑھ گئے تو کہنے لگے: ہم اپنے میت کو تیار کریں گے اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جائیں گے تاکہ آپ اس پر نماز پڑھیں۔ اور آج بھی مسجد نبوی میں، قبر کی طرف،

حرم سے باہر مشرقی جانب، ایک مستطیل، دیوار سے گھرا ہوا مقام موجود ہے، یہی نماز جنازہ کی جگہ ہے، جہاں جنازہ رکھا جاتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر نماز پڑھاتے۔

حدیث نبوی - سیاہ فام عورت جو مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی

جب وہ سیاہ فام عورت فوت ہوئی جو مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی، تو صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دینا مناسب نہ سمجھا، کیونکہ وہ رات کے آخری پہر فوت ہوئی تھیں۔ چنانچہ انہوں نے اسے غسل دیا، نماز پڑھی اور دفن کر دیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح اس کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: مجھے اس کی قبر پر لے چلو، تو لوگ آپ کو اس کی قبر پر لے گئے، آپ نے اس پر نماز پڑھی اور فرمایا: یہ قبریں اپنے مکینوں پر تاریکی سے بھری ہوئی ہیں، اور اللہ میری دعا سے انہیں روشن کر دیتا ہے۔

(«اور ہمارے ساتھ جہاد کرتے»): سفر جہاد میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سب سے کمزور شخص کی رفتار سے چلتے، اور جہاد میں لوگوں کی خبر گیری فرماتے، اور جہاد میں لوگوں کے درمیان پیدا ہونے والے جھگڑے نمٹاتے۔ کبھی صحابہ میں سے دو افراد کے درمیان جھگڑا ہو جاتا۔ کیونکہ بالآخر صحابہ بھی انسان تھے۔ تو آپ ان کے درمیان صلح کرا دیتے۔ اس کی ایک مثال: جب جہاجہ غفاری کی ایک انصاری شخص کے ساتھ پانی پر تکرار ہوئی اور دھکم پیل کے بعد لڑائی ہو گئی، اسی طرح جب ایک انصاری اور ایک مہاجر کے درمیان جھگڑا ہوا تو مہاجر نے پکارا: «اے مہاجرین!» اور انصاری نے پکارا: «اے انصار!»۔ تو لوگ اٹھے ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور فرمایا:

حدیث نبوی

کیا جاہلیت کی پکار، جبکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں؟ اسے چھوڑ دو، یہ گندی بات ہے۔

صحابہ کو تھوڑے اور زیادہ میں شریک رکھنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع

(«اور ہمارے ساتھ تھوڑے اور زیادہ میں مواسات کرتے»)۔ اسی لیے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میں بھوک کی شدت سے اپنا پیٹ زمین سے چپکا لیا کرتا تھا۔ ایک دن میں ابو بکر کے پیچھے چلا کہ ان سے ایک آیت کے بارے میں پوچھوں۔ اللہ کی قسم! میں صرف اس لیے ان کے پیچھے گیا تاکہ وہ مجھے اپنے گھر لے جائیں اور کھانا کھلائیں۔ وہ گھر میں داخل ہو گئے۔ پھر میں عمر کے پیچھے چلا اور ان سے ایک آیت کے بارے میں پوچھا۔ جب وہ اپنے گھر پہنچے۔ اور عمر ایک تیز فہم، ذہین آدمی تھے۔ تو کہا: اے ابو ہر! اللہ کی قسم! مجھے تمہیں اندر لے جانے سے کوئی چیز نہیں روکتی سوائے اس کے کہ گھر میں کچھ نہیں۔ میں واپس آ گیا کہ بھوکا رات گزاروں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا اور میری حالت پہچان لی، فرمایا: اے ابو ہر! میں نے کہا: حاضر ہوں، یا رسول اللہ! فرمایا: میرے پیچھے آؤ۔ یعنی میرے پیچھے چلو۔ میں آپ کے ساتھ اندر داخل ہوا، تو وہاں دودھ کا ایک پیالہ تھا۔ آپ نے اپنے گھر والوں سے پوچھا: یہ کہاں سے آیا؟ انہوں نے کہا: فلاں انصاری خاندان نے بھیجا ہے۔ پھر فرمایا: اے ابو ہر! اہل صفہ کو بلا لاؤ۔ یعنی جاؤ اور مسجد میں موجود فقراء کو بلا لاؤ۔ میں نے دل میں سوچا: یہ ایک پیالہ اہل صفہ کے لیے کیا کرے گا؟! لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے سامنے کوئی چارہ نہ تھا۔ میں گیا اور انہیں بلا لایا، اور ان میں سے کوئی سیر نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں پلاؤ۔ اور یہ ایک اور مصیبت تھی، کیونکہ قوم کو پلانے والا سب سے آخر میں پیتا ہے۔ میں انہیں پلانے لگا اور پیالے کو دیکھتا رہا۔ اللہ کی قسم! مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ بڑھ رہا ہے یا کھٹ رہا ہے! پھر میں نے وہ پیالہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں دے دیا۔ آپ نے مجھے دیکھا اور مسکرائے، پھر فرمایا: بیٹھ جاؤ اے ابو ہر! پھر وہ مجھے دیا اور فرمایا: بیو۔ میں نے پیا۔ پھر میں نے وہ آپ کی طرف بڑھایا، آپ نے فرمایا: بیو۔ میں نے پیا۔ پھر میں نے بڑھایا، آپ نے فرمایا: بیو۔ میں نے پیا۔ پھر میں نے بڑھایا، آپ نے برابر فرماتے رہے بیو، بیو۔ یہاں تک کہ میں نے کہا: اللہ کی قسم! اب اس کے لیے کوئی جگہ نہیں پاتا۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پیالہ لیا، اللہ کا نام لیا اور پیا۔

ابو ہریرہ کو آیت میں کوئی حقیقی دلچسپی نہ تھی جس کے بارے میں انہوں نے پوچھنے کا بہانہ کیا، کیونکہ وہ اس کا معنی جانتے تھے، بلکہ وہ چاہتے تھے کہ ابو بکر کے ساتھ چلیں یہاں تک کہ گھر پہنچیں، شاید وہ انہیں اندر بلا لیں۔ ابو ہریرہ اس پیالے پر خوش ہوئے اور سمجھے کہ اس کا آدھا حصہ انہیں ملے گا اور آدھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کو۔ یہی عثمان رضی اللہ عنہ کے اس قول کا معنی ہے: «اور ہمارے ساتھ تھوڑے اور زیادہ میں مواسات کرتے»۔ ورنہ اگر کوئی اور ہوتا اور اس کے پاس دودھ کا ایک پیالہ ہوتا تو وہ اپنے ساتھیوں سے الگ ہو کر اکیلا پی لیتا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑے اور زیادہ میں مواسات فرماتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع میں سے یہ بھی تھا کہ آپ صحابہ کے ساتھ گھل ملتے، چھوٹے ہوں یا بڑے، ان کے ساتھ خوش طبعی فرماتے مگر ہمیشہ حق ہی بات کہتے۔

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تواضع میں سے یہ بھی تھا کہ آپ اپنے گھر میں اہل خانہ کے کام کاج میں شریک ہوتے: اپنا جوتا خود گانٹھتے، اپنا کپڑا خود سیتے اور اپنی بکری خود دوہتے، پھر جب نماز کا وقت ہوتا تو نماز کے لیے نکل جاتے۔

سنت کی پیروی میں سے یہ بھی ہے کہ انسان گھر میں کبھی خود صفائی کرے، بستر درست کرے، یا بیوی کے ساتھ برتن یا ہانڈیاں دھوئے، یا صفائی میں اس کی مدد کرے وغیرہ۔ یہ سب ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کی پیروی ہے، جو اپنا کپڑا سیتے، اپنا جوتا گانٹھتے، اپنی بکری دوہتے اور گھر میں اسی طرح کام کرتے جیسے تم میں سے کوئی اپنے گھر میں کام کرتا ہے۔

اپنی مدح اور تعریف میں مبالغے سے منع فرمانے میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تواضع

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تواضع میں سے یہ بھی تھا کہ آپ مدح و تعریف میں مبالغہ پسند نہ فرماتے۔ چنانچہ جب کسی نے آپ سے کہا: «اے ہمارے سردار اور سردار کے بیٹے!» تو آپ نے فرمایا:

حدیث نبوی

خاموش! شیطان تمہیں بہکائے نہ، میں تو بس قریش کی ایک عورت کا بیٹا ہوں جو خشک گوشت کھایا کرتی تھی۔

اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

حدیث نبوی

میری تعریف میں مبالغہ نہ کرو جیسے عیسائیوں نے ابن مریم کی تعریف میں مبالغہ کیا، میں تو بس ایک بندہ ہوں، پس کہو: اللہ کا بندہ اور اس کا رسول۔

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تواضع میں سے یہ بھی ہے:

حدیث نبوی

ایک دن آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی تو دو آدمیوں کو بیٹھے دیکھا جنہوں نے نماز نہ پڑھی تھی۔ فرمایا: انہیں میرے پاس لاؤ۔ یعنی انہیں میرے پاس بلاؤ۔ تو انہیں لایا گیا اور ان کے جوڑ خوف سے کانپ رہے تھے۔

کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہیبت اور جلال تھا، جو آپ کو پہلی نظریں دیکھتا اس پر رعب طاری ہو جاتا، اور جو آپ سے میل جول رکھتا وہ آپ سے محبت کرنے لگتا۔ آپ نے فرمایا: «اپنے آپ کو آسانی دو»، یعنی نہ ڈرو اور نہ گھبراؤ، پھر فرمایا:

حدیث نبوی

اپنے آپ کو آسانی دو، میں تو بس قریش کی ایک عورت کا بیٹا ہوں جو خشک گوشت کھایا کرتی تھی۔

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تواضع میں سے یہ بھی تھا کہ آپ اپنی نبوت سے پہلے کے حالات کے بارے میں بات کرتے، فرماتے:

حدیث نبوی

کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ صحابہ نے عرض کیا: اور آپ، یا رسول اللہ؟ فرمایا: ہاں، میں مکہ والوں کے لیے چند قیراطوں کے عوض بکریاں چرایا کرتا تھا۔

بعض لوگ جب کسی مرتبے اور مقام پر پہنچ جاتے ہیں تو اپنا ماضی ظاہر کرنا پسند نہیں کرتے۔ بس اسی پر اکتفا کرتے ہیں، اور اللہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل اور تمام صحابہ پر درود و سلام بھیجے۔

## دوسرا خطبہ

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں، ہم اس کی حمد کرتے ہیں، اس سے مدد اور مغفرت طلب کرتے ہیں، اور گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور گواہی دیتے ہیں کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اے اللہ! ہمارے سردار محمد اور ان کی آل اور تمام صحابہ کرام پر درود و سلام اور برکت نازل فرما۔

سورة الاحزاب - آیت ۵۶

﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجو۔

اے اللہ! ہمارے نبی محمد ﷺ پر، ان کی آل اور تمام صحابہ پر درود و سلام بھیج۔ اے اللہ! خلفائے راشدین ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم سے راضی ہو جا، اور تمام صحابہ کرام اور تابعین سے، اور ہم سے بھی ان کے ساتھ، اپنی رحمت کے صدقے، اے سب سے بڑھ کر رحم کرنے والے۔ اے اللہ! تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کو، مومن مردوں اور عورتوں کو، زندوں کو اور فوت شدگان کو بخش دے۔ اے اللہ! اسلام اور مسلمانوں کو عزت دے، اور اپنے موحد بندوں کی ہر جگہ مدد فرما۔

اے اللہ! ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کے والدین پر رحم فرما، اور ان پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے ہمیں بچپن میں پالا۔ اے اللہ! ہمارے مریضوں اور تمام مسلمان مریضوں کو شفا دے، پریشان حال لوگوں کی پریشانی دور فرما، غم زدوں کا غم دور فرما، اور مقروضوں کا قرض ادا فرما۔ اے اللہ! دنیا بھر کے پریشان حال مسلمانوں کی پریشانی دور فرما، اور ہمارے کمزور بھائیوں اور بہنوں سے ظلم اور آزمائش دور فرما۔

اے اللہ! ہمیں ہدایت دے اور ہمارے ذریعے دوسروں کو ہدایت دے، اور ہمیں ہدایت کا ذریعہ بنا۔ اے اللہ! ہمیں حق کو حق دکھا اور اس کی پیروی نصیب فرما، اور باطل کو باطل دکھا اور اس سے بچنا نصیب فرما۔ اے اللہ! ہمارے وطن اور تمام مسلم ممالک کی حفاظت فرما، اور جس ملک میں ہم رہتے ہیں اس کی بھی حفاظت فرما، اور اس میں امن، سلامتی اور خوشحالی قائم رکھ۔ اے اللہ! اس مرکز اور اس مسجد کے ذمہ داران کو کامیابی عطا فرما، ان کے کاموں میں برکت دے، اور اسے علم و ذکر کا گھر بنا دے۔ اے اللہ! ہمیں نفع بخش علم، نیک عمل اور نیک اولاد عطا فرما۔

سورة النحل - آیت ۹۰

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾

بے شک اللہ عدل، احسان اور رشتہ داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے، اور بے حیائی، برائی اور سرکشی سے منع کرتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

سورة البقرہ - آیت ۱۵۲

﴿فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ﴾

پس تم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد کروں گا، اور میرا شکر ادا کرو اور میری ناشکری نہ کرو۔